35

خدا تعالیٰ نے احمدیت کا جو بیج بویا ہے وہ بڑھے گا اور پھلے گا دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی

ایک منافق کے اعتراضات کا جواب

(فرمودہ 5 نومبر 1948ء بمقام لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"مَیں نے گزشتہ جمعہ دوستوں کو نماز کی طرف توجہ دلائی تھی لیکن الٰہی سنت کے ماتحت مسلمانوں کے دو گروہ ہیں ایک آدم اور دوسرا ابلیس۔ ابلیس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے فرشتوں کے ساتھ سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اب اس زمانہ میں وہ دونوں گروہ الگ الگ نہیں ہیں بلکہ ایک ہیں۔ جماعت کا کوئی حصہ ایسا ہوتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کا نمائندہ ہوتا ہے اور کوئی حصہ ایسا ہوتا ہے جو ابلیس کا نمائندہ ہوتا ہے۔ آدم کے نمائندے تو جب ذکرِ الٰہی کی تحریک سنتے ہیں وہ فوراً فرشتوں کی اقتدا کرتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ اگر وہ پہلے سے ہی سجدہ کر رہے ہوتے ہیں تو اس میں اَور بھی ترقی کر جاتے ہیں اور اگر وہ پہلے کسی قسم کی کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں تو اس تحریک کے بعد اپنی اصلاح کر لیتے ہیں اور اس کوتاہی اور غفلت کا ازالہ کر دیتے ہیں۔ لیکن ابلیس کی اولاد بجائے اِس کے کہ وہ اپنی اصلاح کرے وہ مقابلہ کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ وہ کہتی ہے ہم بھی

تمہارے ہی جیسے ہیں ہم تمہاری بات کیوں مانیں۔ ایسے لوگ ہر جماعت میں ہوتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمانوں میں سے بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو نماز کی پابندی سے گھبراتے تھے اور تلقین سے بُرا مناتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں صبح کی نماز میں یا عشاء کی نماز میں اپنی جگہ کسی اَور کو کھڑا کر دوں اور کچھ لوگوں کے سروں پر لکڑیاں رکھ کر ان لوگوں کے گھروں میں جاؤں جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور دروازوں کے سامنے لکڑیوں کو رکھ کر مکانوں کو مکینوں سمیت جلا دوں۔1 اس میں جہاں نماز کے لیے تاکید ہے وہاں اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی مسلمانوں میں سے کچھ ایسے لوگ تھے جو نماز پڑھنے سے گریز کرتے تھے۔ قرآن کریم میں بھی اِس کا ذکر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ سَاهُوْنَ2 ہیں۔ يُرَآءُوْنَ3 دکھاوے کی نمازیں پڑھتے ہیں اور جب کوئی انہیں نہیں دیکھتا تو وہ نماز چھوڑ دیتے ہیں۔ پس جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے تھے تو ضروری تھا کہ اِس جماعت میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے۔

مَیں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں نصیحت کی تھی کہ جماعت لاہور کو نماز میں باقاعدگی کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ مَیں نے کوئی بُری بات نہیں کہی تھی اور نہ یہ بات شریعت کے خلاف پڑتی تھی کہ یہ کہا جاتا کہ تم تو کہتے ہو نمازیں پڑھنی چاہییں مگر اسلام کہتا ہے کہ نمازیں نہیں پڑھنی چاہییں۔ یا کہا جاتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو نمازیں چھوڑنے کو بابرکت قرار دیتے تھے آپ خواہ مخواہ اس میں دخل دیتے ہیں۔ لیکن کسی شخص نے جو بدقسمتی سے اپنے آپ کو لاہور کا رہنے والا قرار دیتا ہے مجھے خط لکھا ہے اور یہ تیسرا خط ہے جو مجھے لاہور میں کسی گمنام شخص کی طرف سے آیا ہے۔ ایک خط پہلے آیا تھا جس کا ذکر مَیں نے کسی مجلس میں کر دیا تھا یا کسی خطبہ میں کر دیا تھا۔ اور ایک کسی عورت کی طرف سے آیا تھا اور ایک اب کسی شخص کی طرف سے موصول ہوا ہے۔ اُس شخص نے اِس خط میں لکھا ہے کہ آپ ہمیں تو کہتے ہیں نمازیں پڑھو مگر آپ کی بیویاں سڑکوں پر بے پردہ پھرتی ہیں۔ یہ تو وہی بات ہوگئی جیسے کسی نے کہا تھا کہ ''جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ''۔ یہ کسی شخص نے دوسرے سے مذاقیہ طور پر کہا تھا اور یونہی قافیہ ملا دیا تھا۔ اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں تھی۔ اُس نے کہا ''جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ''۔

جاٹ زبان دان نہیں تھا۔ کہنے والا پٹھان تھا۔ اُس نے کہا ''پٹھان رے پٹھان تیرے سر پر کولھو''۔ اس پٹھان نے کہا مَیں نے تو مذاقیہ طور پر تمہیں کہا تھا اور ایک قافیہ ملایا تھا تمہارا تو قافیہ نہیں ملا۔ اس نے جواب دیا قافیہ نہیں ملا تو کیا ہوا بوجھ سے تو مرو گے۔ یہی حال معترض کا ہے۔ فرض کرو میری بیویاں پردہ نہیں کرتیں اگرچہ یہ بات غلط ہے تو کیا تمہارے لیے نمازیں چھوڑنی جائز ہو جاتی ہیں؟ کیا لوط علیہ السلام کی بیوی کے نشوز کی وجہ سے، اُس کے شرک کی وجہ سے اور اُس کی اپنے خاوند نبی سے بغاوت کی وجہ سے تمہیں نمازیں چھوڑنی جائز ہیں؟ اس لیے کہ وہ ایک نبی کی بیوی تھی؟ مَیں ان منافقوں سے نہیں کہتا دوسرے لوگوں سے کہتا ہوں کہ کیا لوط علیہ السلام کی بیوی کے نشوز اور بغاوت کی وجہ سے تمہیں نمازیں چھوڑنی جائز ہوگئی ہیں؟ مَیں اپنی بیویوں کا دفاع نہیں کرتا۔ مَیں ان کے ساتھ باہر نہیں جاتا اور سڑکوں پر پھرتے ہوئے اُنہیں دیکھا نہیں کرتا کہ آیا وہ نقاب ڈالے ہوتی ہیں یا بے پردہ پھرتی ہیں۔ میرے علم میں یہ بات نہیں کہ وہ باہر بے پردہ پھرتی ہیں یا نہیں۔ لیکن اگر یہ سچ ہے تب بھی مَیں اس کی گارنٹی نہیں دیتا کہ مَیں کہوں کہ میری بیویاں جب باہر جاتی ہیں تو ضرور پردہ کرتی ہیں۔ میرے غیب میں جو بات ہو اُس کو مَیں نہیں جانتا۔ اُس کا تو خدا تعالیٰ کو پتہ ہے۔ لیکن اگر وہ پردہ نہیں بھی کرتیں تو کیا جماعت لاہور کو اِس بات کی اجازت مل گئی کہ وہ نمازیں چھوڑ دے؟ پردہ تو الگ رہا فرض کرو وہ مرتد ہو جائیں، وہ اسلام کو ہی چھوڑ بیٹھیں تو کیا ان کے اسلام چھوڑ دینے کی وجہ سے تمہیں نمازیں چھوڑنی جائز ہو جائیں گی؟ نوح علیہ السلام کا بیٹا دین کے خلاف چلا تھا۔ اس نے اپنے باپ کی مخالفت کی تھی اور اُس نے کشتی میں بیٹھنے سے انکار کر دیا تھا تو کیا اُس وقت کے مومنوں نے یہ کہا تھا کہ تمہارا بیٹا تو ایسا کرتا ہے ہم کیوں ایسا کریں؟ یہ تو ایک عجیب قسم کا استدلال ہے قطع نظر اس کے کہ میری بیویاں پردہ کرتی ہیں یا نہیں کرتیں اِس سے یہ استدلال کرنا کہ تمہیں نمازیں چھوڑنی جائز ہوگئیں عقل کے بالکل خلاف ہے۔

پھر اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ تمہاری بیویاں جب موٹر میں بیٹھتی ہیں تو نقاب کے بغیر بیٹھتی ہیں۔ پھر لکھا ہے وہ موٹی بہت ہوگئی ہیں۔ اُس نے اِس فقرہ سے اپنے آپ کو ہی نالائق ثابت کیا ہے۔ بھلا اس سے کوئی پوچھے کسی کی بیویوں کو جھانکنے کی اسے اجازت کس نے دی ہے؟ قرآن کریم مردوں کو بھی کہتا ہے کہ تم غضِ بصر کرو۔ صرف عورتوں کو ہی اس نے پردہ کے لیے نہیں کہا بلکہ مردوں کو بھی کہا

ہے کہ جب تم سڑکوں پر پھرتے ہو تو غضِ بصر کرو۔ گویا قرآن کریم اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ جب عورتیں سڑکوں پر پھرتی ہیں تو بعض دفعہ وہ اپنے چہروں کو ننگا کر دیتی ہیں۔ بخاری میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم حج کے لیے جاتی تھیں تو ہم نقاب اٹھا دیتی تھیں۔ جب کوئی مرد نظر آتا تو نقاب ڈال لیتیں۔4 اِس سے بھی یہ بات نکل آئی کہ عورتیں جب باہر نکلتی ہیں اور وہ دیکھتی ہیں کہ اردگرد کوئی مرد نہیں تو وہ نقاب اٹھا دیتی ہیں۔ پردہ کوئی طبعی چیز تو نہیں غیر طبعی چیز ہے۔ اِس کا نظر پر بُرا اثر پڑتا ہے، سانس رکتا ہے اس لیے جب عورتیں دیکھتی ہیں کہ اردگرد کوئی مرد نہیں یا وہ سمجھتی ہیں کہ ان کے اردگرد شریف آدمی ہیں غنڈے نہیں ہیں تو وہ پردہ اٹھا دیتی ہیں۔ پھر اگر کوئی مرد نظر آ جائے یا وہ سمجھتی ہوں کہ اردگرد جو آدمی ہیں وہ اوباش ہیں اپنی نظریں نیچی نہیں کریں گے تو وہ اپنے چہروں پر نقاب ڈال لیں گی۔ غرض ایسے مواقع ہو سکتے ہیں جہاں عورتیں جائز طور پر نقاب اٹھا سکتی ہیں اور گو مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ ایسا ہو سکتا ہے لیکن اگر ہجوم زیادہ ہو اور آدمی ایک دوسرے پر پڑ رہے ہوں تو پھر کوئی عورت پردہ اٹھا دے اور بے احتیاطی سے کام لے تو یہ گناہ کا فعل ہوگا۔ لیکن ایسی جگہ پر جہاں مرد نہیں ہیں یا ہیں تو وہ کسی گوشہ میں ہیں اُسے نظر نہیں آ رہے وہ اس کے سامنے نہیں ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ مَیں یونہی تکلیف کیوں اٹھاؤں نقاب اٹھا دیتی ہے۔ پھر اگر کوئی سڑک پر مرد نظر آ جائے تو نقاب چہرے پر ڈال لیتی ہے۔ یا جب عورتیں موٹروں میں جاتی ہیں تو موٹروں سے یونہی تو نظر نہیں آتیں جب تک کہ کوئی انہیں بِالارادہ نہ جھانکے۔ اور جب کوئی بِالارادہ جھانکے تو پھر دیکھنے والا اوباش ہوگا نہ کہ وہ عورتیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ اردگرد جو آدمی ہیں وہ شریف ہیں اور شریف آدمی دوسری عورتوں کی طرف جھانکا نہیں کرتے اس لیے وہ نقاب اٹھا دیتی ہیں۔ اگر وہ نقاب اٹھا دیں تو اُن پر کوئی الزام نہیں آئے گا دیکھنے والے پر الزام آئے گا۔ لیکن پھر بھی اگر میری بیویاں موٹر میں بیٹھے ہوئے نقاب اٹھا دیتی ہیں تو کیا تمہارے لیے نمازیں نہ پڑھنا جائز ہو جائے گا؟

پھر وہ لکھتا ہے کہ آپ کو غصہ یہ ہے کہ آپ جب قادیان سے لاہور آئے تو آپ کی خاطر نہیں ہوئی۔ مَیں اُس شخص سے یہ کہتا ہوں کہ بعض سال ایسے بھی آئے ہیں کہ جب مَیں نے تمہاری ساری جماعت کے چندہ سے بڑھ کر چندہ دیا ہے (بشرطیکہ یہ شخص لاہور کی جماعت کا ہو۔ مجھے غالب خیال ہے کہ یہ کوئی باہر کا منافق ہے یا کم سے کم جماعت لاہور سے تعلق نہیں رکھتا) اور ویسے بھی میرا چندہ

تمہاری ساری جماعت کے چندوں کا پچاس فیصدی ہوتا ہے۔ اب بھی جب کہ ہم قادیان سے لُٹ کر آئے ہیں میرا چندہ جماعت لاہور کے چندہ کا پچیس فیصدی ہے۔ وہ خاطر تو مَیں آپ ہی اس چندہ کو کم کر کے کر سکتا ہوں۔ تمہارا یہ کہنا اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تم نے حقیقت پر غور کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ ہاں اگر کسی سے رشتۂ محبت ہو تو انسان خود بھی خاطر کرتا ہے اور وہ شخص بھی بعض دفعہ یہ امید کرتا ہے کہ اُس کی خاطر ہو۔ میری بیویاں ہیں اگرچہ وہ خرچ مجھ سے ہی لیتی ہیں مگر پھر بھی بعض دفعہ عید کے موقع پر رومال، جرابیں یا عطر کی شیشی خرید کر مجھے بطور تحفہ دے دیتی ہیں۔ اس لیے نہیں کہ مَیں محتاج ہوتا ہوں بلکہ اس لیے کہ اُنہیں مجھ سے محبت ہوتی ہے۔ وہ اپنی محبت کے اظہار کا اسے ذریعہ بنا لیتی ہیں۔ پھر کھانا ہے بعض بیویاں اپنے خاوند کے لیے خاص طور پر کھانا تیار کرتی ہیں اور بعض نہیں کرتیں۔ روپیہ تو خاوند کا ہی ہوتا ہے مگر یہ محبت کی علامتیں ہیں۔ جو محبت کرنے والا ہوتا ہے اس کا تو اس کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ چاہے دوسرے کو ضرورت ہو یا نہ ہو بلکہ بعض دفعہ بلا ضرورت بھی ایسا کر دیا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مَیں ایک دفعہ شملہ گیا۔ آپ نے مجھے خرچ دیا اور آپ کا بہت سا روپیہ خرچ ہوا۔ حضرت نانا جان بھی ساتھ تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے آپ سے کہا تھا کہ اسے سِل کا ڈر ہے شملے بھجوا دیا جائے۔ مَیں وہاں گیا وہاں کی جماعت نے مجھے چھ سات پونڈ تحفے کے طور پر دیئے۔ مَیں نے اُس کے خرچ کے متعلق اپنے ذہن میں سوچا اور تجویز کی کہ مَیں یہ رقم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کروں۔ چنانچہ مَیں نے اُس میں سے کچھ والدہ کے لیے تحفہ خرید لیا اور چار پونڈ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیے۔ اب دیکھو سارا خرچ آپ کا ہوا تھا، جاتے بھی آپ نے ہی ٹرین کا خرچ دیا تھا اور آتے بھی آپ نے ہی دیا تھا اور پھر وہاں کا خرچ بھی آپ نے ہی دیا تھا۔ یہ تو مَیں سمجھتا تھا کہ آپ محتاج نہیں ہیں مگر میری محبت نے تقاضا کیا کہ مَیں ایسا کروں۔ یہ محبت کے تقاضے ہوتے ہیں۔ بعض دوست اس قسم کے بھی ہیں کہ جب انہیں ہفتہ کا راشن ملتا ہو وہ اس میں سے کچھ بچا بچا کر میرے پاس لے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہم آپ کو دیتے ہیں۔

غرض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو محبت کی وجہ سے خود قربانی کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ دوسرے کو اُس کی ضرورت ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ آپ کی

ایک بیوی نے گلاس میں پانی پیا۔آپ نے وہ گلاس اٹھا کر اُسی جگہ منہ رکھ کر پانی پیا جہاں منہ رکھ کر بیوی نے پانی پیا تھا۔5 کیا ایسا کرنے سے کوئی رتبہ مل جاتا ہے یا کسی قسم کا کوئی دنیاوی انعام مل جاتا ہے؟ یہ صرف محبت کا اظہار ہوتا ہے جو آپ نے اس لیے کیا تا اُس کا دل خوش ہوجائے کہ آپ اس سے محبت کرتے ہیں۔

پھر اُس شخص نے لکھا ہے کہ تم اپنی باتوں سے باز آجاؤ۔ ورنہ ہم تمہارا مقابلہ کریں گے اور ایسا مقابلہ کریں گے کہ تم جان لوگے کہ مقابلہ کیا ہوتا ہے۔ مَیں اُس احمق سے کہتا ہوں کہ یہ تو ایک چھوٹا سا شہر ہے ہم نے تو ساری دنیا کا مقابلہ کر کے اُسے شکست دینی ہے۔ اور پھر یہاں کی جماعت بھی تو شہر کی آبادی کا سینکڑواں حصہ بھی نہیں۔ یہاں کی ساری جماعت عورتوں اور بچوں کو ملا کر تین چار ہزار ہے اور لاہور کی آبادی آجکل سترہ لاکھ ہے۔ پھر لاہور تو الگ رہا ہم نے ساری دنیا کا مقابلہ کر کے اسے شکست دینی ہے صرف لاہور سے ہی ہم نے مقابلہ نہیں کرنا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ لاہور میں اچھے بھی ہوں گے اور بُرے بھی ہوں گے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بھی فرمایا کہ وسوسہ نہیں رہے گا نظیف مٹی رہ جائے گی۔6 اگر کچھ آدمی اس شخص کے ساتھ ہیں تو میرے کہنے کی بات نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے ہی بتایا ہوا ہے کہ ایسے لوگ مٹ جائیں گے۔ پھر اگر اس شخص میں شرافت ہوتی تو وہ چٹھی پر نام لکھتا کہ مَیں فلاں ہوں۔ آخر ہم اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہم غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، اُن کے جنازے نہیں پڑھتے، اُنہیں لڑکیاں نہیں دیتے۔ وہ چڑتے ہیں مگر ہم نے اپنے آپ کو اُن سے چھپایا تو نہیں۔ ہم ایسا تو نہیں کرتے کہ اشتہار دے دیں کہ بعض لوگ غیر احمدیوں کو لڑکیاں دیتے ہیں اور بعض نہیں دیتے۔ بعض احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں اور بعض نہیں پڑھتے۔ ہم تو دھڑلّے سے لکھتے ہیں۔ اگر وہ شخص شرافت کی ابتدائی منزل پر بھی ہوتا تو وہ دلیری سے لکھتا کہ مَیں فلاں ہوں اور تمہیں خلیفہ نہیں سمجھتا۔ پھر جس شخص کے متعلق وہ کہتا ہے کہ ہم اسے شکست دے دیں گے ایسے آدمی کے سامنے اُسے اپنا نام ظاہر کر دینے میں کیا حرج تھا؟ دراصل یہ علامت ہے منافق کی۔ ہمارے پاس بادشاہت تو نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے لاہور کی جماعت میرے ساتھ ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ انہیں کامیابی ہوجائے گی تو پھر اتنی بہادر جماعت کے ہوتے ہوئے اُسے ڈر کس بات کا ہے؟

جہاں مجھے اِس بات سے افسوس ہوا ہے وہاں مجھے خوشی بھی ہوئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ

مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء کا ایک مرید تھا۔ آپ اُس سے بہت پیار کیا کرتے تھے۔ وہ شخص پہلے بہت عیاش تھا، شراب کی بھی اُسے عادت تھی۔ اس نے آپ کی بیعت کر لی اور اس میں اخلاص بھی پیدا ہو گیا۔ لوگوں نے آپ سے شکایت کی کہ آپ کے فلاں مرید کو شراب کی عادت ہے۔ آپ نے فرمایا مَیں تو نہیں مانتا کہ وہ شراب پیتا ہے۔ اِس پر انہوں نے کہا آپ خود کسی دن دیکھ لیں۔ ایک دن وہ شراب پی رہا تھا لوگ خواجہ صاحب کے پاس آئے اور کہا آپ آیئے اور دیکھ لیجیے۔ مجلس لگی ہوئی تھی، دَور چل رہا تھا۔ خواجہ صاحب نے دیکھا اور جوش میں آ کر اُس کے پاس چلے گئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ ہیں! یہ کیا؟ تم شراب پیتے ہو؟ اُس مرید نے جب یہ دیکھا کہ مجھے میرے پیر نے شراب پیتے ہوئے دیکھ لیا ہے تو اُس نے کہا

زہد تایاں فسق ما یاں کم نکرد فسق ما یاں بہتر از زہد شماست

یعنی کیا ہونا تھا۔ مَیں آپ کے پاس آیا تھا تا مَیں ان بُری عادتوں سے آپ کی دعاؤں کے ذریعہ نجات پا جاؤں مگر مَیں نے ان بری عادتوں سے نجات نہیں پائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا زُہد میری بدکاری سے چھوٹا ہے اس لیے وہ میری بدکاری کو مٹا نہیں سکا۔ خواجہ صاحب نے یہ سنا اور فرمایا بہت اچھا۔ دیدہ باید۔ چنانچہ آپ نے دعا کی اور اُسے توبہ نصیب ہوئی۔

مَیں نے سمجھا کہ جب شیطان کی ذریت نماز نہیں پڑھتی تو تم میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو غصہ میں آ کر نمازیں پڑھنی شروع کر دیں گے۔ بہرحال ہر ایک چیز اپنی جگہ پر آ جائے گی جو چیز بے دینی کے مقام پر کھڑی ہے وہ بھی اپنی جگہ پر آ جائے گی اور جو چیز دین کے مقام پر کھڑی ہے وہ بھی اپنی جگہ پر آ جائے گی۔ یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ بیج بویا ہے۔ اس نے بڑھنا ہے، پھلنا ہے اور پھولنا ہے۔ اِس میں زید یا بکر کا خیال رخنہ اندازی نہیں کر سکتا۔ بدقسمتی سے بعض لوگ آئے اور ایمان لے آئے مگر وہ اپنے اقرار پر قائم نہ رہے۔ طریقہ یہ ہے کہ اُن کی نگرانی کی جائے، انہیں سمجھایا جائے۔ اگر وہ اپنی اصلاح نہ کریں تو انہیں جماعت سے نکال دیا جائے۔ ہماری جماعت سے یہ کوتاہی ہوئی ہے کہ جب کوئی کمزور آدمی جماعت میں داخل ہو جاتا ہے تو لوگ اُس کے نکال دینے سے گھبراتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اِس طرح ہماری تعداد کم ہو جائے گی۔ یہ بات غلط ہے۔ ہمیں کمی کی پروا نہیں کرنی چاہیے خواہ جماعت نصف حصہ رہ جائے، چوتھا حصہ رہ جائے یا دسواں حصہ رہ جائے۔

اِس میں گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ یہ خیال کر لینا کہ کسی کے نکل جانے سے جماعت کم ہو جائے گی اور جماعت کے کم ہو جانے سے چندے کم ہو جائیں گے غلط ہے۔کوئی جماعت چندے کے ساتھ کام نہیں کیا کرتی۔ وہ قربانی اور ایثار کے ساتھ کام کیا کرتی ہے۔ ہزاروں ہزار ایسے لوگ ہوتے ہیں جو دبے ہوئے ہوتے ہیں اور فتنے انہیں ظاہر کر دیتے ہیں۔جس کا ایک خطبہ میں یہ ذکر آیا تھا کہ کوئٹہ میں میرے پاس ایک دوست آئے انہوں نے مجھے بتایا کہ مَیں نے سلسلہ کی ایک کتاب اپنے پاس رکھی ہوئی ہے۔(وہ میری کتاب دعوۃ الامیر تھی) اور مَیں نے اس لیے رکھی ہے کہ میری بیوی شیعہ ہے۔ وہ ایرانن ہے۔مَیں اُسے سنایا کرتا ہوں۔تو دیکھو کتاب بھی اُن کے پاس تھی۔ وہ پڑھتے بھی تھے مگر اس لیے نہیں کہ وہ غیر احمدی سے احمدی بن جائیں بلکہ اس لیے کہ اُس کی بیوی شیعہ سے سنّی ہو جائے۔ اِس سے زیادہ انہوں نے تکلیف گوارا نہیں کی۔ وہ اُس کتاب کی خوبی کے قائل تھے ورنہ وہ کتاب اپنی بیوی کو نہ سناتے کوئی اور کتاب سناتے لیکن باوجود اس کتاب کی خوبی کے قائل ہونے کے انہوں نے اِس بات کی ضرورت نہ سمجھی کہ وہ احمدی ہو جائیں اور یہ خیال نہ کیا کہ انہیں احمدیت پر غور کرنا چاہیے۔جس دن ،رات کے وقت میجر محمود احمد صاحب شہید ہوئے صبح کو نو بجے کے قریب وہ میرے پاس آئے۔ مجھے اطلاع دی گئی کہ کوئی صاحب آپ سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔ان کے ساتھ ایک احمدی دوست بھی تھے۔مَیں نے جب ان سے پوچھا کہ آپ کس لیے آئے ہیں؟ تو وہ کہنے لگے کہ مَیں نے بیعت کرنی ہے۔مَیں نے پوچھا کہ آپ نے نتائج پر غور کر لیا یا نہیں؟ اِس پر وہ کہنے لگے مَیں کل کے جلسہ میں نہیں تھا اور نہ ہی اس کے متعلق مجھے کچھ علم تھا۔ جب صبح مَیں دکان پر گیا اور دکان کھولنے لگا تو مَیں نے کنجی لگائی۔ ابھی مَیں کنجی پھیرنے لگا تھا کہ کسی نے مجھے آواز دی مرزا صاحب (وہ دوست مغل تھے) ہم نے رات کو ایک مرزائی مار ڈالا ہے۔ میرے ہاتھ میں کنجی تھی، ابھی تالا کھولا نہیں تھا۔ یہ بات سنتے ہی میرے دل پر ایک خاص اثر ہوا۔مَیں نے کنجی باہر نکالی اور وہاں سے چل پڑا اور خیال کیا کہ وہ نمبر مَیں پورا کر آؤں جو میجر محمود احمد صاحب کی شہادت سے کم ہوا ہے۔مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ انہیں سلسلہ کی کتب کا مطالعہ تھا اور ان پر احمدیت کا اثر تھا مگر ان کے دل میں کبھی احمدی ہونے کا خیال پیدا نہیں ہوا تھا۔ جب فتنہ پیدا ہوا اور جان دینے کا سوال آیا تو فوراً وہ احمدیت میں شامل ہو گئے۔

سو تعداد کم ہو جانا خطرہ کی بات نہیں۔ جب جماعت میں ہر قسم کے آدمی آنے شروع ہو جاتے ہیں

تو ساری خرابیاں اور فتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تعداد کچھ چیز نہیں تعداد کا بڑھ جانا کوئی خوبی نہیں۔ اخلاص اور ایمان اصل چیز ہے۔ اگر کسی میں اخلاص اور ایمان پیدا ہو جائے تو یقیناً اس کے نتیجہ میں وہ زیادہ کام کرے گا۔ حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ ہندوستان میں اکیلے تشریف لائے تھے اور اب یہاں کروڑوں مسلمان پائے جاتے ہیں۔ چین میں چند مہاجرین گئے تھے اور انہوں نے وہاں تبلیغ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کثرت سے مسلمان ہو گئے۔

غرض قربانی اور ایثار سے نتائج پیدا ہوتے ہیں تعداد سے نہیں۔ میرا اس سے یہ مطلب نہیں کہ تم تعداد بڑھانے کی کوشش نہ کرو۔ تم تعداد بڑھانے کی کوشش کرو مگر مخلص لوگوں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کرو۔ یہاں کچھ دنوں سے تبلیغ شروع ہوئی ہے میرے پاس کچھ لوگ بیعت کے لیے لائے گئے۔ مَیں نے دعوۃ وتبلیغ کو لکھا کہ یہ سب بیعتیں دکھاوے کی ہیں۔ ہمارے مبلغ نے چاہا ہے کہ مَیں بھی کوئی کارنامہ دکھاؤں۔ میرے دل پر یہی اثر ہے۔ اس کے بعد ایک صاحب آئے اور انہوں نے بیعت کی۔ مَیں نے بھی اُن کی بیعت منظور کر لی۔ مجھے وہ جھوٹے معلوم ہوتے تھے۔ آٹھ نو دن کے بعد وہ کپڑے اور دوسری چیزیں اٹھا کر بھاگ گئے۔ صبح میرے پاس شکایت آئی کہ یہ نقصان ہو گیا ہے۔ خیر اُس دن کے بعد بیعت بند ہو گئی۔ مَیں نے کہا شکر ہے کہ اب ایسے لوگ جماعت میں داخل نہیں ہوں گے۔ یہ لوگ گھر کا نقصان ہی کرتے ہیں۔ پس تم تعداد بڑھاؤ مگر مخلصوں کو لو، ایمان والوں کو لو۔ اگر کوئی کمزور آ جائے تو اُس پر بوجھ ڈال دو، اُس کی اصلاح کرو۔ اگر اس کی اصلاح ہو جاتی ہے، اس کی درستی ہو جاتی ہے تو اچھی بات ہے ورنہ اُس سے کہہ دو کہ تم ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اس لیے تم ہم سے الگ ہو جاؤ۔

جماعت کی ترقی تعداد سے نہیں ہوتی۔ ترقی قربانی اور ایثار سے ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے بندے اِس دنیا میں دوارب ہیں مگر باوجود اِس کے خدا تعالیٰ نے ایک شخص کو بھیجا اور اُس نے کہا

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا"۔ 7

آخر خدا تعالیٰ کو حملے کی کیا ضرورت تھی؟ جن پر حملے کیے جانے تھے وہ تو خدا تعالیٰ کے بندے تھے۔ لیکن چونکہ وہ مخلص نہیں تھے اس لیے خدا تعالیٰ خود حملہ آور ہونے کی خبر دیتا ہے۔ اگر اخلاص اور ایمان کا سوال نہ ہوتا تو پھر ان حملوں کی کیا ضرورت تھی۔ پس وہ لوگ جو نہیں سمجھتے اُنہیں سمجھاؤ۔

اور اگر وہ نہیں سمجھ سکتے تو اُن کی رپورٹ کرو کہ یہ لوگ ٹھیک نہیں ہیں۔ ہمارے پاس اِتنا وقت نہیں کہ ہم اپنے لوگوں کے پیچھے لگے رہیں۔ ہمارے سپرد بہت بڑا کام ہے جو ہم نے کرنا ہے۔ اگر یہ حالت رہے اور ہم اپنے لوگوں کے ہی پیچھے پڑے رہیں کہ تم نمازیں پڑھو، روزے رکھو تو ہمارا کام بہت بڑھ جائے گا اور ہم اسی کام کو جو ہمارے سپرد ہے پوری طرح پورا نہیں کر سکیں گے۔ اگر جماعت میں کوئی ایسا گروہ پایا جاتا ہے جو اپنی ذمہ داریوں کو نہیں سمجھتا تو اسے فوراً کاٹ دیا جائے تا ہماری باہر کی طرف توجہ رہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری بدنامی کا موجب نہیں ہوگا، تم پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکے گا، تم پر کوئی الزام نہیں لگائے گا۔ اگر تم صرف دس ہی رہ جاتے ہو تو تمہیں کوئی یہ نہیں کہے گا کہ تم دس کیوں ہو؟ وہ یہی کہے گا یہ دس آدمی مخلص ہیں۔ لوگ کہیں گے لاہور کی جماعت بڑی مخلص ہے، پشاور کی جماعت بڑی مخلص ہے، لائل پور کی جماعت بڑی مخلص ہے۔ لیکن اگر جماعت میں ایسے لوگوں کی ترقی کر لی جائے جن میں اخلاص اور ایمان نہ ہو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

ہاں مجھے یاد آ گیا معلوم ہوتا ہے اس شخص کی تنخواہ یا اس کے باپ کی تنخواہ ڈیڑھ سو روپیہ ہے کیونکہ اس نے لکھا ہے جس کی ڈیڑھ سو آمدن ہو وہ بھلا آپ کو کیا چندہ دے؟ مگر اُس کو کیا معلوم کہ اخلاص والے کے اندر کیا حِسّ ہوا کرتی ہے۔ اُس نے اپنی بے ایمانی پر ہی قیاس کر لیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ڈیڑھ سو ماہوار آمد والا چندہ نہیں دے سکتا۔ حالانکہ اِس سے قبل مَیں کسی خطبہ میں بتا چکا ہوں کہ جالندھر کی ایک احمدی عورت میرے پاس آئی اور اُس نے بتایا کہ اُن کے ساتھ کیا ہوا ہے اور یہ کہ وہ بالکل برباد ہو گئے ہیں۔ پھر اُس نے دو زیور نکال کر بطور چندہ دے دیئے۔ مَیں نے اُسے کہا تم تو لُٹ کر آئی ہو یہ چندہ تو اُن لوگوں پر ہے جو یہاں تھے اور جو لُوٹ مار سے محفوظ رہے۔ وہ عورت یہ بھی کہہ چکی تھی کہ اس نے حفاظتِ مرکز کا چندہ ادا کر دیا ہوا ہے۔ اُس نے کہا مَیں یہی دو زیور نکال کر لائی ہوں۔ جب مَیں نے دیکھا کہ جماعت نازک دور سے گزر رہی ہے تو مَیں نے خیال کیا کہ میرا سارا زیور اور دوسری جائیداد تو کفار نے لُوٹ لی ہے کیا اِس میں خدا تعالیٰ کا کوئی حصہ نہیں۔ میرے پاس یہی دو زیور ہیں جو مَیں بطور چندہ دیتی ہیں۔ اب بے ایمان تو یہی خیال کرے گا کہ وہ ڈیڑھ سو کی آمدنی سے چندہ نہیں دے سکتا لیکن مومن بھوکا مرتا ہوا بھی چندہ دیتا ہے۔ چندوں کی لسٹیں دیکھ لو غرباء کی تعداد زیادہ ہوگی امراء کی تعداد نسبتی طور پر کم ہوگی۔ اگر امیر دس پندرہ فیصدی چندہ دے کر سمجھتا ہے کہ

اُس نے بڑا چندہ دیا ہے تو آپ لوگوں کو بیسیوں غرباء ایسے مل جائیں گے جو اپنی آمدن کا بیس پچیس یا پچاس فیصدی چندہ دے دیتے ہیں۔ وہ شخص تو کہتا ہے کہ ڈیڑھ سو ماہوار آمدن والا چندہ نہیں دے سکتا اور مَیں کہتا ہوں کہ زیادہ اخلاص والے اُنہی میں ہوتے ہیں جن کی آمدنیں ڈیڑھ سو سے کم ہوتی ہیں۔ دوسروں میں مَیں نے اتنا جوش نہیں دیکھا۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ امراء اخلاص والے نہیں ہوتے۔ امراء میں بھی اخلاص ہوتا ہے لیکن ان کے اخلاص کو دیکھتے ہوئے ایسے مخلصوں کی تعداد کم ہے۔ مَیں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سلسلہ کے کاموں میں اتنی فراخ دلی اور فراخ حوصلہ سے حصہ لیتے ہیں کہ اُن پر رشک آتا ہے۔ گزشتہ دنوں حیدر آباد میں بدامنی تھی۔ جونہی ڈاک کھلی وہاں سے چندے آنے شروع ہو گئے۔ پس مخلص لوگ امراء میں بھی ہوتے ہیں اور غرباء میں بھی ہوتے ہیں۔ مگر نسبت کے لحاظ سے غرباء میں یہ تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ غرباء قربانی میں زیادہ حصہ لیتے ہیں کہتے ہیں ''مایا کو مایا ملے کر کے لمبے ہاتھ''۔ جب روپیہ مل جاتا ہے تو انسان خواہش کرتا ہے کہ اَور روپیہ مل جائے۔ ہمارے ملک میں لوگ کہتے ہیں کہ فلاں ننانوے کے پھیر میں آ گیا۔ یہ اس لیے مشہور ہے کہ امارت لالچ کو بڑھاتی ہے اور غربت حرص کو کم کرتی ہے۔

کہتے ہیں کوئی مالدار شخص تھا۔ اس کے گھر میں عموماً دال ہی پکتی تھی اور بے بھگار کے پکتی تھی۔ ان کے ہمسایہ میں ایک غریب سپاہی رہتا تھا اُس کے ہاں روزانہ گوشت پکتا تھا اور بگھار 8 والا سالن پکتا تھا۔ اس مالدار شخص کی بیوی نے کہا ہمارے مال کا کیا فائدہ، ہم غربت سے گزارہ کرتے ہیں اور یہ غریب کھاتے ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ مَیں تجھے اِس کا جواب آٹھ دس دن کے بعد دوں گا۔ اس نے ایک تھیلی میں ننانوے روپے رکھے اور اس شخص (سپاہی) کی ڈیوڑھی میں چھوڑ کر باہر چلا گیا۔ سپاہی آیا اور تھیلی جھولی میں ڈال کر اندر چلا گیا اور اپنی بیوی کو حال بتایا کہ اِس طرح آج ننانوے روپے ملے ہیں۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ ننانوے روپے ہمارے پاس ہیں۔ کل اگر ہم خشک روٹی پر گزارہ کر لیں اور سالن بے بھگار کے ہی پکا لیں اور ایک روپیہ بچا لیں تو یہ پورا سو ہو جائے گا۔ اُس کی بیوی نے کہا بہت اچھی بات ہے۔ دوسرے دن انہوں نے خشک روٹی کھائی اور اِس طرح ایک روپیہ بچا لیا جس سے وہ پورا سو ہو گیا۔ اس نے پھر بیوی سے کہا ہمیں سو روپے بغیر محنت کے مل گئے ہیں اگر ہم کچھ اَور تکلیف کریں تو یہ دو سو ہو جائیں۔ بیوی نے کہا اچھی بات ہے۔ انہوں نے گوشت کھانا بند کر دیا

اور دال پکنی شروع ہوگئی اور روز حساب ہونے لگا کہ اب ایک سو ایک ہوگئے ہیں، اب ایک سو دو ہوگئے ہیں، اب ایک سو تین ہو گئے ہیں۔ سات آٹھ دن کے بعد وہ بنیا آیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ شخص دیانت دار ہے۔ وہ اس کے پاس گیا اور کہا مجھے کوئی شخص بلانے آیا تھا۔ مَیں اس کے ساتھ چلا گیا اور جلدی میں ننانوے روپے کی تھیلی آپ کی ڈیوڑھی میں چھوڑ گیا۔ اُس نے کہا ہاں ننانوے کی تھیلی وہاں پڑی ہوئی تھی وہ میرے پاس ہے۔ اس نے تھیلی لاکر بنیے کو دے دی۔ تھیلی واپس دینے کے بعد اُس نے اپنی بیوی سے کہا جتنا تم پہلے کم خرچ کرتی رہی ہو اب اُس سے دگنا خرچ کرو تا جو روپیہ جمع ہوا ہے اُس سے مزے اڑائیں کیونکہ اب زیادہ روپیہ جمع ہونے کا امکان نہیں۔ چنانچہ پھر وہی گوشت پکنا شروع ہوگیا اور بھگار لگنے لگ گئے۔

غرض جمع کرنے کی عادت حرص کو بڑھا دیتی ہے۔ جب مال آجاتا ہے تو انسان خیال کرتا ہے کہ اگر اس قدر رقم جمع ہو جائے تو بچوں کی شادیاں اچھی طرح ہو سکیں گی، بچوں کے لیے جائیداد بن جائے گی۔ غرض جمع کرنے کی عادت سے حرص بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غریب جو کم آمدن میں قربانی کرتا ہے وہ امراء لاکھوں کے ہوتے ہوئے نہیں کر سکتے۔ بسا اوقات مَیں شرمندہ ہو جاتا ہوں جب مَیں یہ دیکھتا ہوں کہ کوئی کہتا ہے مَیں بہت زیادہ چندے دیتا ہوں حالانکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ اُس سے دسویں حصہ آمدن والے نے اُس سے زیادہ چندہ دیا ہوتا ہے۔ اِس وقت ہی مَیں نے دیکھا ہے کہ قادیان سے آنے کے بعد بعض غرباء نے اتنی اتنی رقم بطور چندہ کے دی ہے کہ اگر اس کا اندازہ لگایا جائے تو اس کا سینکڑواں حصہ بھی امراء نے نہیں دیا۔ جو کچھ بھی انہوں نے اپنی ضرورتوں کے لیے پس انداز کیا ہوا تھا وہ میرے سامنے لاکر رکھ دیا۔ پتہ نہیں کہ وہ روپیہ انہوں نے کتنے سالوں میں جمع کیا تھا۔ کسی امیر نے ایسا نہیں کیا۔ کسی ڈیڑھ سو سے اوپر کی آمدن والے نے ایسا نہیں کیا بلکہ سو سے کم آمدن والوں نے ایسا کیا ہے، پچھتّر سے کم آمدن والوں نے ایسا کیا ہے بلکہ پچاس سے کم آمدن والوں نے ایسا کیا ہے۔

مَیں جب قادیان سے آیا ہوں تو مَیں نے خیال کیا کہ جو لوگ وہاں بیٹھے ہیں ان کے لیے صدقہ دیتے رہنا چاہیے۔ چنانچہ جب تک آخری قافلہ نہیں آیا مَیں پچیس روپیہ روزانہ نکال کر صدقہ دیتا تھا اور یہ ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار بنتا ہے۔ جب قافلے آگئے تو اب سَو روپیہ ماہوار صدقہ دیتا ہوں

تا خدا تعالیٰ وہاں کے رہنے والوں کو محفوظ رکھے۔ ایک شخص اَور تھا جس کو یہ خیال آیا خواہ وہ دوسرے نقطہ نگاہ سے ہی تھا۔ اُس کی تنخواہ بے شک ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔ وہ دوست افریقہ کے ہیں اُن کی طرف سے مجھے دوسو یا اڑھائی سو روپیہ کا چیک آ گیا۔ انہوں نے لکھا کہ قادیان سے نکلے ہوئے کسی خاندان کو میری طرف سے یہ رقم دی جائے اور مَیں ماہوار چالیس روپے بھجواؤں گا وہ کسی خاندان کو ماہوار دیئے جائیں۔ یہ دو ہی مثالیں ہیں ایک میری اور ایک اُس دوست کی۔ اِن کے علاوہ مجھے کوئی مثال معلوم نہیں۔ سوائے غرباء کے جن کی آمدنیں سو سے کم ہیں بلکہ یقیناً پچھتّر سے کم ہیں۔ انہوں نے بالمقطع پانچ پانچ سو یا ہزار ہزار دیا ہے بغیر کسی تحریک کے۔ انہوں نے خود ہی یہ رقم ادا کی جو کئی سالوں میں محنت کر کے اکٹھی کی ہوگی۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ جب لوگ لُٹ لٹا کر آ گئے ہیں اور جماعت نازک دور میں سے گزر رہی ہے تو یہ رقم ہمارے پاس نہیں رہنی چاہیے۔ یہ لوگ غرباء ہی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں غریب ہوں اور مَیں پسند کروں گا کہ مَیں غریبوں میں ہی اٹھایا جاؤں۔9 آخر یہ آپؐ نے بلاوجہ نہیں فرمایا۔ آپ نے اسی لیے فرمایا ہے کہ غربت لالچ کو کم کر دیتی ہے اور امارت حرص کو بڑھا دیتی ہے۔ اگر امارت کے باوجود حرص مٹی رہے تو یہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہو جاتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غرباء آئے۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! جو وظیفہ آپ نے ہم غرباء کو بتایا تھا تا کہ ہم امراء کے صدقہ وخیرات کے مقابل پر ثواب حاصل کر سکیں وہ امراء بھی کرنے لگ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا مَیں کسی کو نیکی سے نہیں روک سکتا۔10

حضرت عثمانؓ اُس زمانے کے بڑے امیر تھے۔ اس زمانہ میں جو سب سے بھاری رقم چندے میں دی گئی تھی وہ آپؓ نے ہی دی تھی۔ وہ رقم بارہ سے پندرہ ہزار تک بنتی ہے اور وہ ان کی کل دولت کا نصف تھی۔ اِس طرح ان کی ساری جائیداد چوبیس پچیس ہزار تھی۔ آجکل اُتنی دولت والے کو مالدار نہیں کہا جاتا۔ اُس زمانہ میں امراء میں سے یہی ایک مثال ملتی ہے۔ غزوہ تبوک کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ اکٹھا کیا۔ آپ کا خیال تھا کہ اس سے ستّو وغیرہ خرید لیے جائیں۔ انہیں پلاؤ زردے تو نہیں کھلانے تھے۔ دس ہزار کا لشکر جا رہا تھا اُس میں سے بیشتر حصہ اپنے ساتھ اپنا کھانا لے جا رہا تھا۔ دو تین ہزار آدمیوں کے پاس کھانا نہیں تھا۔ آپؐ نے مناسب سمجھا کہ چندہ وغیرہ کر کے

اُن کے لیے خوراک مہیا کر لی جائے مگر وہ چندے سے پوری نہ ہو سکی۔ حضرت عثمانؓ نے جب دیکھا کہ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوئی ہے اور آپ کو گھبراہٹ ہو رہی ہے تو آپ نے اپنی آدھی دولت لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ 11

مَیں یہ نہیں کہتا کہ امراء میں قربانی اور ایثار نہیں پایا جاتا۔ امراء میں بھی قربانی اور ایثار پایا جاتا ہے جیسا کہ مَیں نے سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب کی مثال پیش کی ہے۔ وہ مالدار ہیں اور مالدار ہوتے ہوئے بھی ان میں قربانی کی روح پائی جاتی ہے۔ سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراس والے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آپ کا ایک خط پڑھ رہے تھے آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ اُس میں تین چار سو روپیہ کا بیمہ تھا۔ آپ غریب ہو گئے تھے۔ آپ کا دیوالہ نکل گیا تھا۔ اس سے پہلے آپ کا ہی چندہ سب سے زیادہ تھا۔ وہ ماہوار دو سو دیتے تھے۔ اُس وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ملک کی جو اقتصادی حالت تھی اُس کے لحاظ سے وہ دو سو دو ہزار کے برابر تھے۔ سیٹھ صاحب نے اُس خط میں لکھا تھا مَیں کوشش کر رہا تھا کہ قرضے اُتار کر ایک چھوٹی سی دکان اپنے بھتیجے یا داماد کو ڈال دوں (آپ کی نرینہ اولاد نہیں تھی) تا گھر کا گزارہ ہو سکے۔ ایک دوست نے دو تین ہزار روپیہ بھیج دیا ہے۔ مَیں نے خیال کیا کہ مَیں نے دیر سے حضور کو کچھ ارسال نہیں کیا اس لیے اس رقم سے خدا تعالیٰ کا حصہ نکال دوں۔ ان کا دل امارت کی وجہ سے خراب نہیں تھا۔ وہ آسودہ حال تھے۔ ہاں اُس وقت تنگی میں تھے۔ اُس زمانے کے لحاظ سے وہ بڑے تاجر تھے کیونکہ آپ کی ہزار پندرہ سو کی ماہوار آمدن تھی اور آپ دو تین سو ماہوار چندہ بھیجا کرتے تھے۔ پس امراء میں بھی ایسے آدمی ہوتے ہیں مگر غرباء میں ان کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔

مَیں حیران ہوں کہ اِس خط لکھنے والے کو یہ خیال کیوں گزرا۔ اصل چندہ دینے والے اور قربانی کرنے والے تو غرباء ہی ہوتے ہیں۔ وہ شخص تو غرباء کی تائید کے لیے ایسا کہتا ہے مگر اس نادان نے غرباء کی یہ کہہ کر بہت ہتک کی ہے اور ان کے ایمانوں پر اس نے حملہ کیا ہے۔ مال و دولت سے تو وہ پہلے ہی محروم تھے یہ اخلاص اور ایمان ہی کی دولت انہیں نصیب تھی اور اس نے ان سے وہ دولت بھی چھیننے کی کوشش کی۔ لیکن شیطان یہ دولت نہیں چھین سکتا اِس قسم کے خواہ ہزاروں آدمی پیدا ہو جائیں۔ یہی لوگ جن سے اس نے چندہ نہ لینے کی تحریک کی

ہے چندہ دیں گے اور انہی کے ذریعہ اسلام زندہ اور قائم ہے اور اب بھی انہی کے ذریعہ یہ قائم رہے گا کُتّے بھونکتے رہیں گے اور قافلہ قدم بڑھاتا چلا جائے گا "۔

(الفضل 26 فروری 1949ء)

1: بخاری کتاب الاذان باب فضل صلوٰۃ العشاء فی الجماعة

2: الماعون:6

3: الماعون:7

4: بخاری کتاب الحج باب طواف النساء مع الرجال

5: ابوداؤد کتاب الطهارة باب مؤاكلة الحائض و مجامعتها

6: تذکرہ صفحہ 402۔ایڈیشن چہارم میں الفاظ بدیں طور پر ہیں "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ان کو اطلاع دی جاوے۔نظیف مٹی کے ہیں۔وسوسہ نہیں رہے گا مگر مٹی رہے گی"۔

7: تذکرہ صفحہ 104۔ایڈیشن چہارم میں "... سچائی ظاہر کر دے گا" کے الفاظ ہیں۔

8: بگھار: وہ گھی یا تیل جس میں پیاز، بڑی الائچی یا زیرہ لہسن وغیرہ داغ کیا جائے (اردو لغت تاریخی اصولوں پر جلد 2 صفحہ 1222 ترقی اردو بورڈ کراچی)

9: ترمذی ابواب الزهد باب ما جاء ان فقراء المهاجرين يدخلون الجنّة قبل اغنيائهم

10: صحیح مسلم كتاب المساجد باب استحباب الذكر بعد الصلوٰة

11: سیرت ابن ہشام جلد 4 صفحہ 161 مطبوعہ مصر 1936ء میں "اَنْفَقَ عثمان فی ذٰلک نَفَقَةً عَظِيْمَةً لَمْ يُنْفِقْ اَحَدٌ مِثْلَهَا" کے الفاظ ہیں۔